OPEN ACCESS

AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 50-65

شیخ احمد سرہندی اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے باہمی روابط

(ایک تاریخی جائزہ)

Mutual Relationship of Shaikh Ahmad Sirhandi and Mulla Abdul al-Hakim Sialkoti: A Historical Review

Dr. Asif Ali Raza

Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic,

Govt. College University, Faialsabad.

Abstract

This research article discusses the Mutual relationship of great personalities of subcontinent in 17th century and throw light on nature of this relation and its consequences on the history. Shaikh Ahmad (968-1067) and Allama Sialkoti (   ) were the students of Mulla Kashmiri another forgotten jewel of subcontinent who serve the ummah by his remarkable, scholarly and unique method of teaching. This is a critical analysis of some aspects of these extraordinary scholars.

Key Words: Mujaddid, Allama Sialkoti, Letters, Scholars mutual relationship,

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اگرچہ ان کا تذکرہ جب بھی اور جہاں بھی ہو وہ اس شعر کا مصداق ہے۔

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَّنَا اِنّ ذکرہ
هُو المِسَکُمَا کرّر تَهیَتَضَوَّعُ

لہٰذا تحصیل حاصل سے بچتے ہوئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چند تعارفی نکات ذکر کرنے کے بعد ان دو فقید المثال شخصیات کے باہمی تعلقات کو اس مقالہ میں زیر بحث لایا جائے گا۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹ میں عہد اکبری میں پیدا ہوئے۔ یہیں پلے بڑھے تحصیل علم سیالکوٹ کے کشمیری محلے کی مسجد میاں وارث سے کی۔ جوہر قابل کے مالک تھے۔ ذہانت و فطانت بلا کی تھی اور مُلا کمال الدین کشمیری کے فیض تدریس نے اس جوہر قابل کو یوں دو آتشہ کیا کہ جس شہرت، قبولیت اور معاشرتی حیثیت کو بعض لوگ مرنے کے بعد بھی ترستے رہتے ہیں، قدرت نے ملا عبدالحکیم کو زندگی میں ہی اس بلند مقام سے نواز دیا تھا۔ سیالکوٹ کی مسجد میاں وارث کی چٹائیوں سے لیکر دربار شاہجہانی میں سونے اور چاندی سے تلادان کئے جانے تک کئی مراحل آتے ہیں جن کے بارے میں پڑھ کر اور جان کر مصر کے عظیم عالم اور ساتویں صدی ہجری کے باکمال صوفی شیخ ابن عطاء اللہ سکندری کی شہرہ آفاق تصنیف "الحکم العطائیۃ" کہ جس کی بابت شیخ محمد عبدہ المصری کا اعتراف ہے:

"کَادَ کِتَابُ الحِکم یکون قرآنًا"(۱)

اسی الحکم کا یہ قول ذہن میں آتا ہے:

"مَن اَشرَقَت بِدَایَتُہُ اَشرَقَت نِھَایَتُہُ"(۲)

اردو محاورے میں ترجمہ کریں تو شاید "ہونہار بردا کے چکنے چکنے پات" غلط نہ ہو علامہ سیالکوٹی کی علمی فتوحات اس قول کی صداقت کی گواہ ہیں۔

نام و نسب

شیخ نے خود اپنے بعض حواشی میں اپنا نام یوں ذکر کیا ہے:

"عبدالحکیم بن الشیخ شمس الدین۔"(۳)

اکثر مؤرخین اور اصحاب تراجم نے بھی صرف آپ کے والد کے نام پر اکتفا کیا ہے اور کسی قسم کی خاندانی تفصیلات ذکر نہیں کی ہیں۔(۴)

نیز معروف مورخ اور یکے از ابنائے سیالکوٹ منشی محمد دین فوق نے "آفتاب پنجاب" میں ۔جو علامہ سیالکوٹی کے حالات زندگی پر ایک اہم اور قابل قدر تصنیف ہے۔ ذکر کیا ہے کہ آپ کا تعلق ایک غیر معروف خاندان سے تھا، بلکہ لکھا ہے کہ یہ بات ان کے لیے مزید فخر کا باعث ہے کہ

ایک گمنام یا معاشرے میں ادنیٰ خیال کی جانے والی قوم اور خاندان کا فرد ہونے کے باوصف وہ اعلیٰ علمی اور تاریخی شہرت پائی کہ علمائے برصغیر پاک وہند میں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہو۔(۵)

ولادت

جائے پیدائش سیالکوٹ ہونے پر اتفاق ہے۔ بقول محمد صالح:

"منشاو مولدش قصبہ سیالکوٹ از مضافات دارالسلطنت لاہور ست"(۶)

البتہ سال ولادت کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں ملتی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سرے سے تاریخ ولادت ذکر ہی نہیں کی، فوق نے آفتاب پنجاب میں اندازاً ۹۶۸ھ ذکر کی ہے۔ جبکہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے دو اقوال ذکر کیے ہیں:

بختاور خان کے مطابق ۹۸۹ھ

ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی ۹۶۸ھ(۷)

جبکہ یہ امر باعث تعجب ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے بختاور خان کے قول کو ترجیح دی ہے، حالانکہ علامہ سیالکوٹی کے بچپن کے حالات و تواریخ اگرچہ پردہ خفا میں ہیں مگر آپ کے ہم درس حضرت مجدد الف ثانی کے احوال و وقائع حیات محفوظ و مشہور و معروف ہیں۔ جن کے مطابق آپ نے تقریباً ۲۱ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ پر عبور حاصل کرنے کے بعد ۹۹۲ھ میں اپنے وطن سرہند میں اپنے والد گرامی کے حضور تدریس کا فریضہ سرانجام دینا شروع کر دیا تھا۔(۸)

اس لحاظ سے اگر علامہ عبدالحکیم کی تاریخ پیدائش ۹۸۹ھ مانی جائے تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہم درس ہونا اور ایک ہی استاد سے اکتساب کرنا ممکن نہیں رہتا۔ جبکہ یہ تاریخی طور پر ایک مصدقہ حقیقت ہے۔ لہٰذا علامہ عبدالحکیم کا سال ولادت ۹۶۸ھ ہی قرین قیاس ہے۔

حصول علم

آپ کے حصول علم کے احوال کے بارے میں کتب تاریخ و تذکرہ خاموش ہیں۔ یہی معاملہ اساتذہ کا ہے جن میں ہمارے پاس سوائے ملا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) کے کسی کا نام نہیں ہے۔ اور اس علمی حقیقت کے اعتراف کے بعد کہ شاگرد، استاد کی بہترین تصنیف اور اس کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے، یہ ماننا پڑے گا کہ فیاض ازل نے ملا کمال الدین کی تدریس میں وہ اثر آفرینی اور فیض رسانی و دیعت فرمائی تھی کہ ان کے شاگرد، اپنے زمانے کے

تاجداروں سے لیکر عام افراد تک بلکہ اس لمحہ موجود میں، جبکہ ان کے زمانے کو گزرے کم و بیش ۴ صدیاں ہو چکی ہیں، آج بھی ان کے شاگرد دنیائے علم و حکمت سے خراج عقیدت وصول کر رہے ہیں۔

تدریس

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے عہد جہانگیری و شاہ جہانی میں لاہور، آگرہ اور سیالکوٹ کی درس گاہوں میں تشنگان علوم و فنون کو سیراب کیا اور اپنی خداداد قابلیت اور اعلیٰ لیاقت کے جوہر دکھائے۔ عہد اکبری میں ہی آپ اکبر کے قائم کردہ عالیشان مدرسہ لاہور میں بطور سرکاری مدرس مقرر ہوئے اور طویل ورصہ وہاں قیام فرمایا حتی کہ آپ کو الفاضل اللاہوری کے لقب سے بھی جانا جاتا ہے۔(۹) عہد جہانگیر میں آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں آپ کو جاگیر سے نوازا گیا۔ جبکہ شاہ جہان کے ابتدائی عہد میں آپ کو آگرہ (اکبر آباد) کے سرکاری مدرسہ میں مدرس اعلیٰ بنا کر بھیجا گیا۔(۱۰)

یہ بات پیش نظر رہے کہ ان سطور میں مدرسہ سے مراد وہ بنیادی دینی تعلیم کا ادارہ مراد نہیں ہے جو ہمارے گلی محلوں میں نظر آتا ہے بلکہ وہ مدرسہ آج کی اعلی تعلیم کی کسی مقتدر یونیورسٹی سے کم نہ تھا اور مدرس اعلیٰ کا درجہ موجودہ زمانے کے فل پروفیسر سے بڑھ کر تھا۔

عہد شاہجہانی (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۸ء۔ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء) میں آپ کی شہرت و قبولیت اپنے بام عروج پر پہنچ چکی تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپ مغلیہ شہزادوں کے اتالیق بھی مقرر کیے گئے۔ نیز شاہجہاں نے دو مرتبہ آپ کی علمی و تدریسی خدمات کے اعتراف میں آپ کا" تلادان" کرایا جو عہد مغلیہ میں کسی بھی عالم، ادیب، شاعر یا صاحب فن کے اعتراف مہارت کی سب سے اعلیٰ صورت سمجھی جاتی تھی۔(۱۱)

اسے موجودہ دور کے پرائڈ آف پرفارمنس (Pride of performance) کی طرز پر حکومتی سطح کا اعتراف خدمت کہہ لیجئے۔

مزید بر آں آپ کو دربار شاہی سے خلعت اور جاگیر بھی عطا ہوئی اور آپ نے اپنے آبائی شہر سیالکوٹ میں ایک شاندار مدرسہ کی بنیاد رکھی جہاں پر دور دراز سے آنے والے متلاشیان علم اور جویان تحقیق کی رہائش، لباس اور خوراک کا نہایت عمدہ انتظام تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی علمی و تحقیقی تشنگی بھی دور کرتے۔ اس مدرسہ کے کچھ آثار ابھی تک موجود ہیں۔(۱۲)

ناموَر تلامذہ اور شاگرد

حدیث مبارکہ ہے:

"کل مُیَسر لِمَا خُلِقَ لَہ"(۱۳)

یعنی جس شخص کو قدرت نے جس کام کے لیے پیدا کیا اس کے لیے وہ کام آسان کر دیا۔ علامہ سیالکوٹی کے احوال حیات گواہ ہیں کہ انہیں دولت علم تقسیم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا اور انہوں نے بلاشبہ بڑی فیاضی سے یہ دولت تقسیم کی۔ اس چشمہ علم وحکمت سے شاد کام ہونے والوں کی مکمل اور صحیح تعداد تو تاریخ کے حافظے میں باقی نہ رہ سکی مگر چند نام کچھ کتب تاریخ و تذکرہ میں یوں مذکور ہیں۔

۱۔ مولانا عبد اللہ اللبیب

آپ کے صاحبزادے اور ہونہار شاگرد ہیں۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد گرامی سے حاصل کئے اور علم حدیث شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے حاصل کیا۔ اپنے زمانے کے مقتدر علماء میں شمار کئے جاتے، فرمانروائے ہند اورنگزیب عالمگیر ان کی بڑی قدر کرتا اور عطایا و تحائف پیش کرتا۔ نیز صدر اعظم کے منصب کی پیشکش بھی کی مگر آپ نے قبول نہیں کی۔

آپ کی یادگار تصانیف میں

۱۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ

۲۔ حقائق توحید میں ایک رسالہ جو عالمگیر کے حکم سے لکھا تھا۔

۳۔ التصریح علی التلویح۔ اصول فقہ کی معروف کتاب و التلویح کے مقدمات اربعہ کی تشریح و توضیح ہے۔

۲۔ قاضی عبد الرحیم مراد آبادی

۳۔ ملا عصمت اللہ سہارنپوری

۴۔ سید اسمعیل بلگرامی

۵۔ ملا عبد الوھاب پسروری

۶۔ ملا عبد العزیز عزت اکبر آبادی

۷۔ ملا محمد افضل جونپوری

۸۔ شاہ محمد ہاشم دریادل بن حاجی محمد نوشہ گجراتی

۹۔ عبد الرسول بدایوانی

۱۰۔ چندر بھان برہمن [۱۴]

موخر الذکر نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کرنے والوں میں ہندو بھی شامل تھے جس سے علامہ عبد الحکیم کی وسعت ظرفی کشادہ دلی اور علم دوستی کا پتہ چلتا ہے۔

القاب

آپ کو مختلف القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

"ملک العلماء" شاہ جہاں نے یہ لقب دیا تھا۔

"آفتاب پنجاب" شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لقب دیا تھا۔

علمائے عرب و عجم آپ کو "الفاضل اللاہوری" اور "الفاضل السیالکوٹی" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

تصانیف

آپ کی اکثر تصانیف مختلف علوم و فنون کی بنیادی اور اہم کتب پر لکھے گئے حواشی ہیں جن کی حسب فنون فہرست درج ذیل ہے۔

(الف) تفسیر

۱۔ حاشیۃ البیضاوی (مطبوعہ)

تفسیر بیضاوی، قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاری (۶۸۵ھ) کی شاندار تفسیر ہے۔ جس کا پورا نام "انوار التنزیل واسرار التاویل" ہے۔ علامہ سیالکوٹی نے اس تفسیر کے دوسرے پارے کے "الثلث" تک حاشیہ لکھا ہے۔ کیونکہ اتنا حصہ ہی اس وقت شامل نصاب تھا اور حاشیے کا مقصد بھی طلبا کی درسی ضرورت کو پورا کرنا تھا۔[۱۵]

۲۔ حاشیۃ الکشاف (غیر مطبوعہ)

ابو القاسم محمود بن عمرو الزمخشری، جار اللہ (۴۶۷-۵۳۸ھ) کی معروف بلاغی تفسیر ہے۔ مکمل نام "الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل" ہے۔ قرآن حکیم کی وجوہ بلاغت پر لاثانی حیثیت کی حامل مانی جاتی ہے۔ علامہ سیالکوٹی کا یہ حاشیہ غیر مطبوعہ ہے اور اس کا قلمی نسخہ ہندوستان کی رام پور لائبریری میں موجود ہے۔[۱۶]

اگر یہ چھپ جائے تو بڑے معرکے کی چیز ہو گا اور عربی تفسیری ادب بالخصوص خطہ سیالکوٹ و پاک و ہند کے لیے بڑا یادگار ہو گا۔

(ب) علم العقائد والکلام

۳۔ حاشیۃ الخیالی (مطبوعہ)

۴۔ حاشیۃ شرح العقائد الجلالی (مطبوعہ)

۵۔ حاشیۃ شرح المواقف (مطبوعہ)

۶۔ الرسالۃ الخاقانیۃ یا الدار الثمین (غیر مطبوعہ)

۷۔ زبدۃ الاذکار (غیر مطبوعہ)

(ج) اصول فقہ

۸۔ حاشیۃ الحسامی (مطبوعہ)

۹۔ حاشیۃ التلویح (غیر مطبوعہ)

(د) علم منطق و فلسفہ

۱۰۔ حاشیۃ علی حاشیۃ مطالع الانوار (مطبوعہ)

۱۱۔ حاشیۃ القطبی (غیر مطبوعہ)

۱۲۔ حاشیۃ میر قطبی (غیر مطبوعہ)

۱۳۔ حاشیۃ المیبذی (غیر مطبوعہ)

(ھ) علوم البلاغۃ

۱۴۔ حاشیۃ المطول (مطبوعہ)

(و) علم النحو

۱۵۔ حاشیۃ علی حاشیۃ عبد الغفور (مطبوعہ)

(ز) تصوف

۱۶۔ غنیۃ الطالبین از شیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی ترجمہ (مطبوعہ)

علاوہ ازیں کچھ اور تالیفات ہیں کہ جن کے نام تو محفوظ رہ گئے مگر نہ وہ زیور طبع سے آراستہ ہوئیں اور نہ ہی کہیں ان کے مخطوط کی صورت میں موجود ہونے کا علم ہو سکا۔

۱۷۔ حاشیۃ شرح حکمۃ العین

۱۸۔ حواشی بر شرح مراح الارواح

۱۹۔ حاشیۃ شرح تہذیب

۲۰۔ القول المحیط

۲۱۔ دلائل التجدید

۲۲۔ اثبات الامامۃ

۲۳۔ زاد اللبیب فی سفر الحبیب

۲۴۔ سیالکوٹی علی التصورات [۱۷]

وفات

علم و فضل اور درس و تدریس سے بھرپور ایک شاندار زندگی گزارنے کے بعد اکثر مورخین کے نزدیک ۱۲ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کو سیالکوٹ میں ہی دفن کیا گیا۔[۱۸] جبکہ خلاصہ الاثر میں "فی نیف وستین والف"[۱۹] مذکور ہے۔

آفتاب پنجاب میں ۱۰۶۸ھ کو ترجیح دی ہے اور قطعہ تاریخ وفات بھی درج کیا ہے:

بحکم ازل چوں بہ جنت رسید   شد معدن علم عبد الحکیم

ندا شد ز دل سال ترحیل او   ولی مخزن علم عبد الحکیم [۲۰]

مگر یہ بات باعث تعجب ہے کہ نواب صدیق حسن القنوجی نے ابجد العلوم میں علامہ کا سال وفات ۱۰۹۷ھ ذکر کیا ہے جو شاید کاتب کا سہو ہے کہ ۱۰۶۷ کو ۱۰۹۷ھ لکھ دیا یا مؤلف کی فروگذاشت ہے۔[۲۱] واللہ اعلم بالصواب!

حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ سیالکوٹی کے باہمی تعلقات

دسویں صدی ہجری کا اخیر اس لحاظ سے بڑا روشن اور تاباں قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس میں برصغیر کے علمی افق پر دو بڑے ستارے روشن ہوئے تھے جنہوں نے اپنے علم و فضل کی کرنوں سے

پورے عالم اسلام کو منور و تاباں کیا۔ ان دونوں شخصیات کے باہمی ربط و تعلق کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ دور طالبعلمی

۲۔ خط و کتابت کا دور

۳۔ سرہند کی ملاقات

۱۔ دور طلب علم

طلب علم کا زمانہ انسانی زندگی کا بڑا سنہری دور ہوتا ہے۔ اس زمانے کے تعلقات، پسند و ناپسند اور علمی و فکری اٹھان آنے والی منزلوں کا پتہ دیتی ہے۔ تاریخ میں ہم سبق اور ہم درس ساتھیوں کی ایسی مثالیں کم ملتی ہیں کہ جہاں ایک آدھ ہم سبق کے اوج کمال پر پہنچنے کی بجائے کئی ہم درس نہایت بلند و بالا علمی مقام کے حامل ہوئے ہوں۔ اس طرح کی ایک مثال عمر خیام، نظام الملک طوسی اور حسن صباح کی ملتی ہے۔ جن میں عمر خیال اعلیٰ درجے کا فلسفی شاعر تھا جس کی رباعیات آض بھی ادبیات فارسی میں ممتاز اور یگانہ مقام کی حامل سمجھی جاتی ہیں بلکہ اب تو تراجم کی بدولت پوری دنیا کے ادب دوست لوگ اس کے نام اور مقام سے آشنا ہیں۔

نظام الملک طوسی شایان سلجوق کا نامور وزیر بنا اور اپنی علم دوستی، خدا ترسی اور وسیع المشربی کی بناپر بغداد کے جامعہ نظامیہ کے حوالے سے تاریخ اسلام میں اپنے لئے عزت و سرفرازی کو لازم کر لیا۔ حسن بن صباح نے فرقہ باطنیہ کی بنیاد رکھی اور گمراہی و ضلالت کا ایسا سوداگر بنا کہ جس کے سیاہ کارنامے آج بھی ہر حساس اور درد دل رکھنے والے مسلمان کے لیے رنج و الم کا باعث ہیں۔

مگر سیالکوٹ میں ملا کمال الدین کشمیری کے سینکڑوں شاگردوں اور خوشہ چینوں میں سے جو شہرت، ناموری، عروج و کمال اور سربلندی ان تین شاگردوں کے حصے میں آئی وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

ان میں سے امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا جو علمی و روحانی مقام ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ علامہ سیالکوٹی کے مختصر احوال اسی مقالہ پیش کئے گئے۔ انہی کے بارے میں حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے منشی محمد دین فوق کی کتاب ''آفتاب پنجاب'' کے مقدمے میں لکھا کہ:

"دربار دہلی میں بادشاہ کے اشارے سے بڑے بڑے معرکتہ الا راء مذہبی و فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے تھے۔ جن میں سیالکوٹی فلسفی کی نکتہ آفرینیاں اور موشگافیاں وسط ایشیا اور ایران کے حکماء کو محو حیرت کیا کرتی تھیں۔"(۲۲)

اور تیسرے ہم درس ملا سعد اللہ لاہوری (۱۰۶۶ھ) تھے جن کا تعلق چنیوٹ کے ایک معمولی زمیندار خاندان سے تھا۔ سیالکوٹ میں ملا کمال الدین کشمیری سے اکتساب فیض کیا اور پھر وہ ترقی و عروج پایا کہ بایہ و شاید، یہاں تک کہ شاہجہاں کے دستور معظم اور وزارت عظمی کے حقدار قرار پائے۔(۲۳)

اس مقام پر یہ حقیقت نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ علمی وروحانی اوج کمال کی اس مثلث کے تشکیل پانے میں اساسی کردار اس بطل جلیل کا تھا جسے دنیا ملا کمال الدین کشمیری کے نام سے جانتی ہے۔

تعجب ہوتا ہے کہ دسویں صدی ہجری کے آخر میں کشمیر سے مہاجر ہو کر آنے والے ایک عالم جو سیالکوٹ کی مسجد میاں وارث میں قیام پذیر ہوئے کس قدر اعلیٰ استعداد اور بے پایاں صلاحیت کے حامل تھے کہ جن کے فیض تدریس نے زمانے کو ایسے ایسے گوہر نایاب فراہم کئے۔ وہ بجاطور پر شعیب الاساتذہ کہلانے کے حقدار تھے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

بہر حال اس زمانے میں ملا کمال الدین کی تدریس کا شہرہ تھا کہ شیخ عبد الاحد نے اپنے فرزند کو سر زمین سرہند سے سیالکوٹ روانہ کیا اور یہیں یہ بے مثال مثلث تشکیل پائی۔ جس نے تاریخ پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔

ملا کمال الدین کشمیری (۱۰۱۷ھ) حضرت بابا فتح اللہ حقانی کے مرید و داماد تھے۔ نیز خواجہ عبد الشہید احراری نقشبندی کے ارادت یافتہ بھی تھے۔ یہ انہی بزرگوں کا فیض صحبت اور تاثیر نظر تھی کہ "علامہ مشرقین" اور "معلم ثقلین" مشہور تھے۔ سیالکوٹ کے علاوہ آپ کی ایک درسگاہ لاہور میں بھی تھی بلکہ نزہۃ الخواطر میں روضۃ الابرار کے حوالے سے مذکور ہے کہ "توفی ودفی بلاہور"(۲۴) مگر لاہور میں ان کے مدرسہ یا مزار کے آثار ناپید ہیں۔

اس کے برعکس منشی فوق کے مطابق آپ کی وفات سیالکوٹ میں ہوئی۔(۲۵)

سیالکوٹ کی مسجد میاں وارث ابھی تک قائم ہے اور خستہ حالی کا شکار ہے ایک چھوٹے سے برآمدے کی دیوار پر فقط ایک تعارفی بورڈ آویزاں ہے جس پر کچھ معلومات درج ہیں۔ اہلیان سیالکوٹ کو اسی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ یہاں پر موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک عمدہ اور بہترین لائبریری، تحقیقی مرکز اور اعلیٰ تعلیمی ادارہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ سیالکوٹ ایک صنعتی شہر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا کھویا ہوا علمی وقار اور تحقیقی شناخت بھی واپس حاصل کر سکے۔

اس حوالے سے سب سے قابل افسوس باب یہ ہے کہ ان تینوں مقتدر شخصیات کے زمانہ طالبعلمی کی کوئی تفصیلات تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں۔ جس سے ان کے اس زمانے کے علمی مشاغل اور ذوق تحقیق و تجسس کا پتہ چل سکے۔ مگر کڑوا سچ یہ ہے کہ تاریخ کو فقط شاہوں سے غرض ہوتی ہے اور مورخین ایوان شاہی اور قصر وزارت کی تفصیلات تو یاد رکھتے ہیں مگر ان بوریہ نشینوں سے تاریخ کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، البتہ یہی بوریہ نشین جب اپنے خون جگر سے چراغ جلا کر علمی و فکری ظلمتوں کو کافور کرتے ہیں تو پھر تاریخ کے دھارے کو ان کے در پر جبیں سائی کے لیے جھکنا پڑتا ہے۔

۲۔ خط و کتابت کا دور

۹۹۲ھ میں سیالکوٹ سے فراغت کے بعد شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ سرہند میں مصروف تدریس ہوئے اور اپنے والد گرامی کی سرپرستی میں تشنگان علم کو سیراب کرنے لگے اور پھر ملا عبدالحکیم لاہور اور سیالکوٹ میں اپنی قابلیت کا سکہ منوا رہے تھے اور ان کی شہرت و ناموری ان کی تدریسی مہارتوں اور تالیفی خدمات کی بدولت ایوان شاہی کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

انہی دنوں ایام طالبعلمی سے فراغت کے کوئی ۳۰ برس بعد ۱۰۲۲ھ میں دونوں شخصیات میں دوبارہ رابطہ بحال ہوا جس کی تفصیل منشی فوق کے حوالے سے سپرد قلم ہے:

> "۱۰۲۲ھ کا واقعہ ہے کہ مولانا کا ایک شاگرد جو تمام شاگردوں سے لائق، ذکی اور ذہین تھا اور مولوی صاحب بھی اس کی ذہانت کی وجہ سے اس کو تمام شاگردوں سے عزیز سمجھتے تھے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ متواتر چند یوم تک درس میں نہ آیا۔ مولوی صاحب نے ایک آدمی خبر کے لیے اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ شاگرد اسی وقت حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا۔ اس مسلسل غیر حاضری کی وجہ یہ تھی کہ چند ورق میرے ہاتھ لگے ہیں ان کے

مطالعہ نے ایسی لذت دی اور ایسا استغراق پیدا کیا ہے کہ کسی اور کتاب کی طرف جی نہیں چاہتا، ساتھ ہی وہ چند اوراق نکال کر مولوی صاحب کو دیئے اور کہا کہ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جب مولانا نے ان اوراق کا مطالع کیا تو اس میں ایسا کلام درج پایا جس کے علوم و معارف بالکل نئے اور شریعت غرا کے عین مطابق تھے۔ مولوی صاحب نے پوچھا یہ کس بزرگ کا کلام ہے۔ ایک شخص نے جو پاس ہی بیٹھا تھا اور سرہند حضرت مجدد صاحب کی مجلسوں میں شامل رہ چکا تھا کہا یہ کلام حضرت مجدد الف ثانی کا ہے۔"(۲۶)

کچھ رود بعد آپ کو خواب میں شیخ مجدد کی زیارت ہوئی اور دیکھا کہ وہ مولوی صاحب سے قرآن کی یہ آیت فرما رہے ہیں:

"قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡھُمۡ فِیۡ خَوۡضِہِمۡ یَلۡعَبُوۡنَ"(۲۷)

(کہہ دو اللہ، پھر انہیں ان کی گمراہی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دو۔)

جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو اندرونی کیفیات تبدیل تھیں اور ایک نورانی کیفیت سینے میں محسوس ہوئی دل خود بخود ذاکر ہے اور سارے بدن پر اس کی تاثیر محسوس ہوتی ہے۔ پھر ایک خط سرہند روانہ کیا جس کا ذکر روضۃ القیومیۃ اور زبدۃ المقامات میں موجود ہے اور اسی خط میں آپ نے پہلے بار شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کو درج ذیل القاب سے مخاطب کیا:"امام ربانی، محبوب سبحانی مجدد الف ثانی"(۲۸)

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کے قلم سے نکلنے والے یہ القاب ایسے قبول ہوئے کہ اب عوام میں سے کم لوگ شیخ مجدد کے اصل نام سے آگاہ ہونگے اکثر کی زبوں پر القاب سننے کو ملتے ہیں۔

البتہ یہ امر تشنہ تحقیق ہے کہ وہ اوراق کونسے تھے۔ جن کے مطالعے سے علامہ سیالکوٹی اور ان کے ایک بیحد ذہنی شاگرد اس درجہ حیرت و استعجاب کا شکار ہوئے۔ تاریخی مصادر اور کتب تذکرہ وغیرہ میں اس کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے، راقم السطور نے اپنے طور پر اس آیت کی بحر جو خواب میں علامہ سیالکوٹی کو سنائی گئی، کے بارے میں جب مکتوبات شریف کا سرسری جائزہ لیا تو آرتھو بیولر کی مرتب کردہ فہارس کے مطابق یہ آیت، مکتوبات میں شیخ مجدد نے درج فرمائی ہے۔(۲۹)

ان دو مکتوبات کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ مکتوب نمبر ۲۰۴، ج ۱

اس مکتوب میں میر نعمان بدخشی کو حاسدوں اور بد خواہوں سے اعراض کرتے ہوئے امور خیر میں محو و مشغول رہنے کی تاکید کرتے ہوئے بڑے خوبصورت انداز سے اس آیت کریمہ سے استدلال فرمایا ہے۔[۳۰]

۲۔ مکتوب نمبر ۲۳، ج ۲

اس مکتوب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فضائل اور بزرگان سلسلہ کے متوجہ الی اللہ رہنے کے اسباب میں آیت مبارکہ کو بیان فرمایا ہے۔[۳۱]

نیز معارف لدنیہ میں بھی آپ نے اسم جلالت "اللہ" کے حوالے سے بڑی پر مغز گفتگو کی ہے اور صوفیانہ انداز میں اسم ذات کی تشریح بیان فرمائی ہے ممکن ہے جس تحریر کو پڑھ کر فاضل سیالکوٹی آپ کے معتقد ہوئے وہ یہی تحریر ہو۔

علامہ سیالکوٹی کا بذریعہ خط شیخ مجدد پر تنقید کرنے والوں کو جواب

علامہ عبد الحی لکھنوی "کشف الغطاء" کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ علامہ سیالکوٹی کا تحریر کردہ ایک خط امام العصر شیخ محمد نقشبند جو کہ قدوۃ الاولیاء شیخ محمد معصوم کے پوتے ہیں کے پاس محفوظ تھا جس میں فاضل سیالکوٹی نے شیخ مجدد پر نکتہ چینی کرنے والوں کی گرفت فرمائی ہے۔[۳۲]

یہ خط مذکورہ بالا خط جس ہی پلی بار شیخ احمد کو مجدد الف ثانی کے لقب سے مخاطب کیا گیا کہ علاوہ اور بعد کے زمانے کا باور ہوتا ہے کیونکہ پہلے خط میں تو ابھی صرف رابطے بحال ہوئے تھے اور اپنے خواب یا آیت کی تفسیر پوچھی گئی تھی جبکہ اس میں معترفین کی گرفت اور ان کی نکتہ چینی کا جواب مذکور ہے۔

سرہند کی ملاقات

۱۰۲۳/۲۴ھ میں آپ سرہند تشریف لے گئے اور زبدۃ المقامات کی روایت کے مطابق آیت مذکورہ بالا (الانعام: ۹۱) کے متعلق شیخ سے گفتگو کی۔ جبکہ روضۃ القیومیۃ کی روایت میں آیت کی تفسیر کا ذکر نہیں البتہ سرہند جانے اور بیعت ہونے کا ذکر ہے۔ نیز اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس موقعہ پر سعد اللہ خان وزیر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔[۳۳]

خلاصہ بحث

- علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا شمار برصغیر کی نابغہ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے۔
- آپ کی وجہ شہرت آپ کی بلند پایہ علمی تصانیف ہیں جو عرب و عجم میں آپ کی ناموری و مقبولیت کی سند ہیں۔
- علامہ سیالکوٹی اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ میں ۹۸۷ھ تا ۹۹۲ھ ملا کمال الدین کشمیری کے پاس ہم درس رہے ہیں۔
- ان کے تیسرے نامور ہم مکتب ملا سعد اللہ خان لاہوری تھے شاہ جہاں کے دستور معظم کے عہدے تک پہنچے۔
- علامہ سیالکوٹی اور مجدد الف ثانی کے درمیان کچھ خطوط کا شمار بھی ہوا۔
- علامہ سیالکوٹی نے سب سے قبل شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو "امام ربانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی" کے القاب سے مخاطب کیا۔
- شیخ مجدد نے علامہ سیالکوٹی کو "آفتاب پنجاب" کا لقب عطا کیا۔
- دونوں شخصیات میں ایک ملاقات ۲۴/۱۰۲۳ھ میں سرہند میں ہوئی جس میں علامہ سیالکوٹی کے بیعت کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱. د۔ عبدالحلیم محمود، مقدمۃ لطائف المنن، دارالمعارف، قاہرۃ، ۲۰۰۶ء، ص ۱۶

۲. ابن عباد النفری، الحکم العطائیۃ مع شرح، مرکز الاھرام، القاہرۃ، الحکمۃ السابعۃ والعشرون، ص ۵۱

۳. ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، حاشیۃ شرح المواقف، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۳۲۵ھ، ص ۳

۴. برائے تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ منہج الشیخ عبدالحکیم السیالکوٹی فی حاشیتہ علی المطول، مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی عربی، سیشن ۱۷۔۲۰۱۴ء، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، مقالہ نگار: حافظ آصف علی رضا، ص ۱۱، ۱۲

۵. محمود دین فوق، آفتاب پنجاب، باہتمام ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس انتظامیہ جامع مسجد علامہ عبدالحکیم تحصیل بازار سیالکوٹ، ص ۲۱

۶. شاہ جہاں نامہ، محمد صالح، عمل صالح الموسوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء ۳/ ۲۹۴۔
نیز دیکھیں نزھۃ الخواطر: ۵/ ۲۲۹، اردو دائرہ معارف اسلامیۃ، لاہور، ۱۲/ ۸۳۴، خلاصۃ الاثر: ۲/ ۱۸

۷. اردو دائرہ معارف اسلامیۃ، مقالہ مشمولہ، امین اللہ وثیر، دانشگاہ پنجاب، لاہور، طبع اول، ۱۹۷۳ء، ۱۲/ ۸۳۴

۸. محمد دین فوق، آفتاب پنجاب، ص ۳۵
مزید دیکھیں: حضرات القدس

۹. محمد دین فوق، آفتاب پنجاب، ص ۳۸

۱۰. ایضاً، ص ۴۲

۱۱. نزھۃ الخواطر: ۵/ ۲۲۹، عمل صالح: ۳/ ۲۹۴، خلاصہ الأثر: ۲/ ۱۸، اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۲/ ۸۳۴

۱۲. محمد دین فوق، آفتاب پنجاب، ص ۶۴

۱۳. محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، تحقیق: محمد زبیر، دار طوق النجاۃ، رقم الحدیث: ۷۵۵۱، ۹/ ۱۵۹، مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۴۸

۱۴. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۲/ ۸۳۷

۱۵. ایضاً،
۱۶. محمد دین فوق، آفتاب پنجاب، ص ۱۲۰
۱۷. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۲/ ۸۳۹۔ آفتاب پنجاب، ص ۱۱۳
۱۸. عبد الحی، نزھۃ الخواطر، ۵/ ۲۲۹، الزرکلی، الأعلام، ۳/ ۲۸۳، کحالہ، معجم المؤلفین: ۵/ ۸۵
۱۹. خلاصۃ الاثر، ۲/ ۱۸
۲۰. محمد دین فوق، آفتاب پنجاب، ص ۵۸
۲۱. القنوجی، صدیق حسن، ابجد العلوم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تحقیق: عبد الجبار زکار، ۳/ ۲۳۰
۲۲. آفتاب پنجاب، ص ۱۵
۲۳. عبد الحی، نزھۃ الخواطر، ۲/ ۵۳۲، عبد الحمید، بادشاہ نامہ، ص ۱۲۳
۲۴. عبد الحی، نزھۃ الخواطر، ۲/ ۶۰۲،
۲۵. محمد دین فوق، آفتاب پنجاب، ص ۲۷
۲۶. ایضاً، ص ۳۶
۲۷. الانعام: ۹۱
۲۸. خواجہ محمد احسان مجددی، روضۃ القیومیۃ، مکتبہ نبویہ، لاہور: ص ۲۶۲
۲۹. آر تھو بیولر، فھارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور، ص ۱۳
۳۰. امام ربانی، مکتوبات، مکتبہ احمدیہ مجددیہ، کانسی روڈ کوئٹہ، بلوچستان، ص ۹۷
۳۱. ایضاً، ص ۶۰
۳۲. عبد الحئ، نزھۃ الخواطر، ۵/ ۴۸۲
۳۳. روضۃ القیومیۃ، ۲۶۱۔ ۲۶۸